ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ماخذ تحقیقی مجلہ

ہارون الرشید
پی ایچ ڈی اردو ریسرچ سکالر شعبہ اردو ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ
ڈاکٹر نسرین امین
اسسٹنٹ پروفیسر (ای لرننگ فیکلٹی) سرحد یونیورسٹی پشاور
فاطمہ عندلیب
پی ایچ ڈی اردو ریسرچ سکالر شعبہ اردو ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

احمد جاوید کے افسانوں میں موضوعاتی تنوع

Haroon ur Rashid
PhD Urdu Research Scholar, Deptt; of Urdu Hazara University Mansehra
Dr Nasreen Amin
Assistant Professor (E-Learning Faculty) Sarhad University, Peshawar
Fatima Andleeb
PhD Urdu Research Scholar, Deptt; of Urdu Hazara University Mansehra

Thematic Diversity in Ahmad Javed's Short stories

Urdu short stories (fiction) play vital role in Urdu literature. It has gone through a series of evolutionary processes since Munshi Prem Chand. Ahmed Javed is a renowned fiction writer. He rose high on the horizon of fiction in 70s.He exposed social exploitation, un-justice, atrocity and cruelty through symbolism in his fictions. He used birds, insects and animal e.g. dog's, cat's, bears, mice and doves as symbol in his fictions. He had very deep thoughts and observations. He wanted to see his country developed, successful and prosperous. Ahmed Javed has a prominent place in symbolic fiction writers.

Key Words: *Ahmad Javed, Fiction, Munshi Prem Chand, 70s, symbolic fiction writer.*

قیام پاکستان کے بعد ساٹھ کی نسل نے نہ صرف کہانی کے اسالیب اور ڈھانچوں کو توڑ دیا، بلکہ سوچنے کا نیا

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

انداز، بات کہنے کا نیا ڈھنگ، کہانی کی نئی نہت، لفظوں کا نیا چناؤ، علامت، استعارے، پیکر تراشی کا نیا اسلوب اور فکر کا نیا عملی رویہ وقت کے ساتھ منطبق کر کے اپنالیا۔

نئے ادیب کا سفر یہاں نہیں رکا، بلکہ اس نے اس کی نئی لسانیات کی تشکیل کا دعویٰ بھی کیا۔ لیکن اس کے باوجود کہانی کا نیا آہنگ، روایت سے انحراف نہیں تھا۔ نہ یہ ترقی پسند افسانے کا رد عمل یا مذمت تھی۔ یہ معروضی صورتحال میں ایک فطری ارتقا کا عمل تھا۔ یوں بھی ارتقائی عمل خط مستقیم میں سفر کرتا ہے۔ تخلیق کی نیابت ایک رفتار کی پابند ہوتی ہے، رنیا عہد نئے طرز احساس کی تشکیل کرتا ہے۔ ردو قبول کا یہ رویہ ۱۹۶۰ کے افسانے میں بہت واضح نظر آتا ہے۔ اس دور میں لکھا جانے والا افسانہ مجموعی طور پر علامتی افسانہ تھا۔ اس لیے اس میں علامتی افسانے کا خاصا غلغلہ رہا۔ مگر مجموعی طور پر ۱۹۷۰ کے بعد کا دور کہانی کی بازیافت کا دور ہے۔ چنانچہ اس دور میں نمایاں ہونے والے افسانہ نگاروں نے بھی کہانی کی طرف مراجعت کی۔ اور علامت وبیانیہ کے امتزاج سے افسانے کو اس کا کھویا ہوا مقام واپس دلانے میں اہم کردار ادا کیا۔

احمد جاوید بھی اسی دور میں منظر عام پر آئے۔ انہیں عصر حاضر کا ایک اہم افسانہ نگار قرار دیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے اپنے افسانوں میں الفاظ کے صوتی آہنگ اور ان کی تکرار سے جو اسلوب وضع کیا ہے وہ ان کی بنیادی پہچان ہے۔ ان کے افسانوں کی مخصوص فضا بھی ہماری جانی پہچانی ہے۔ ان کے موضوعات بھی ہمارے ذہنوں کے عکاس ہیں جنہیں زبان نہیں مل سکی۔ وہ ہمیں اپنے افسانوں میں اتنا ہی منظر دکھاتے ہیں جتنا نظر آتا ہے۔ انہوں نے کسی نعرہ بازی کے بغیر اپنے عہد کی تہذیبی وسیاسی تاریخ کو تخلیق کا درجہ دینے میں کامیابی حاصل کی۔ ان کے افسانوں میں پلاٹ یا کہانی کی منطقی ترتیب نہیں ہے۔ البتہ ان کی تحریر میں صوتی آہنگ اور معنویت مل کر ایسی کیفیت بناتی ہے کہ اس پر آزاد شاعری کا گمان ہوتا ہے۔ ان کی علامت نگاری میں بھی معمہ بازی یا چیستانی انداز نہیں ہے، بلکہ معنویت نظر آتی ہے۔ ان کے افسانوں میں کچھ نہ ہونے کے باوجود بہت کچھ نظر آتا ہے۔ یہ ایک قلم کار کی سچائی اور جذبے کی صداقت ہے۔ تخلیقی صلاحیت نے انہیں ایک عمدہ افسانہ نگار بنادیا ہے۔ ان کا فن مشاہدے اور تجربے کے گہرے ادراک کی وضاحت کرتا ہے۔ ان کے ہاں معاشرتی جمود اور سماجی ناہمواری کی عکاسی کے ساتھ اس صورتحال کو بدلنے کی دردمندانہ تمنا نظر آتی ہے۔ ڈاکٹر رشید امجد ان کے متعلق کہتے ہیں:

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

"اس تخلیقی عمل میں ان کی نظریاتی وابستگی بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ وہ معاشرے کو اس کی اتھاہ گہرائیوں میں اتر کر دیکھنے کی سعی کرتا ہے اور ظاہری ڈھانچے کو توڑ کر ایک نیا جہاں تعمیر کرنا چاہتا ہے۔ لیکن یہ نیا جہاں مابعد الطبعیاتی نہیں بلکہ پیداواری رشتوں کے توسط سے اس مثالی ریاست کی بنیاد ہے، جس کا خواب ہر ترقی پسند ادیب دیکھتا ہے۔" (۱)

احمد جاوید کی افسانہ نگاری میں ان کی تکنیک کا بھی بہت دخل ہے۔ وہ اپنے افسانوں میں علامت کا استعمال ضرور کرتے ہیں لیکن ان کا افسانہ پلاٹ، بنیادی خیال یا فکر کے بغیر نہیں ہوتا۔ ان کے افسانے سے ایک عام قاری اور ذہین قاری دونوں حظ اٹھا سکتے ہیں۔ ڈاکٹر نوازش علی ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

"احمد جاوید کے افسانے روایتی افسانہ پڑھنے والے قارئین کو بالکل نچلی سطح پر یا بالکل سامنے کے معنی سے بھی محظوظ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور استحصالی مطالعہ کے شوقین حضرات بھی ان کے افسانوں کی علامتی واستعاراتی سطح سے بھی لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ اور ان پوشیدہ معانی تک با آسانی پہنچ جاتے ہیں جو افسانہ نگار کا خصوصی منشا ہوتا ہے۔ وہ اپنی علامتوں اور استعاروں کے ذریعے ایسی فضا اور ایسا تاثر پیدا کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے کہ اس کے افسانوں سے لغوی اور علامتی دونوں سطح پر بیک وقت لطف اندوز ہوا جا سکتا ہے ساتھ ہی ساتھ اس کی نثر تخیلی اور تخلیقی سرشاری کا پتہ دیتی ہے۔" (۲)

وہ اپنے افسانوں میں عموماً کرداروں کے نام نہیں لکھتے اور نہ ہی انفرادی کردار کے حوالے سے بات کرتے ہیں۔ وہ عموماً مجموعی صورتحال کو کسی بے نام کردار کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔ اکثر جدید ڈھانچے میں ابلاغ کا مسئلہ سامنے آجاتا ہے، احمد جاوید اپنے آپ کو اس معذوری سے بچا لیتے ہیں اور اپنے معاصرین سے منفرد نظر آتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں زیادہ تر سنجیدہ موضوعات ملتے ہیں۔ وہ عام روزمرہ کی گہما گہمی، دکھ، خوشیوں اور محرومیوں کو ایک وسیع منظر میں محفوظ کر لیتے ہیں۔ پھر بھرپور انداز میں وہ اسے شعری نثر میں قارئین کے سامنے لے آتے ہیں۔ ان کے افسانوں کا اسلوب اوروں سے الگ ہے، ایک نظریاتی وابستگی انہیں بلندی پر لے جاتی ہے۔ ان کے ہاں زندگی کے تازہ جذبوں اور خواہشوں کا ایک جہاں نظر آتا ہے۔ جہاں سے وہ اپنی کہانی وضع کر کے قارئین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ ان کے قریبی دوست یوسف حسن ان کے متعلق ایک مضمون میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

"احمد جاوید اردو افسانے کی روایت میں ایک منفرد افسانہ نگار ہے۔ اتنا منفرد کہ اس کے افسانے پڑھتے ہوئے کوئی دوسرا نام ذہن میں آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ احمد جاوید کی یہ انفرادیت اس کے مخصوص اسلوب اور منظر نامے سے صاف پہچانی جاتی ہے۔" (۳)

احمد جاوید کے افسانوں میں رومانیت اپنے عہد کی بے حسی سے جڑی ہوئی ہے اور خوابوں میں پناہ ڈھونڈتی ہوئی نظر آتی ہے۔ انہوں نے اپنے افسانوں کی شدت کو مادی خواہشات کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہجوم کی طرف منتقل کر دیا ہے۔ انہوں نے کچھ ایسی فضا بنائی ہے کہ خواب سوچنے اور بننے والا بھی بھلا لگتا ہے۔ ان کے اکثر افسانوں میں عہد حاضر کے بعض نہایت اہم اور تلخ حقائق کا دکھ جھلکتا ہے، اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہمارے معاشرے کے اندر کوئی تبدیلی نہیں آئی اور ہر شے جوں کی توں وہیں ٹھہری ہوئی ہے۔ ان کے افسانوں میں ایک ان جانے خوف کی کار فرمائی بھی دیکھنے میں آتی ہے۔ منشا یاد کہتے ہیں:

"ان کے موضوعات کا دائرہ بہت پھیلا ہوا ہے۔ ہم عصر سیاسی اور سماجی زندگی کے تضاد، اندیشے، واہمے اور ناحق پکڑے جانے کا خوف، موسم اور پرندے سب ہی انہیں مرغوب تھے۔" (۴)

احمد جاوید کے ایک افسانوی مجموعے "چڑیا گھر" کے تمام افسانوں کے پلاٹ پرندوں اور جانوروں کے نام پر تعمیر کیے گئے ہیں۔ چوہے، بھیڑ، بکری، بھیڑیے، کوے، کبوتر، سانپ، چڑیا اور کیڑے مکوڑے ان کے افسانوں کے اس مجموعے پر حاوی ہیں۔ ان میں پرندوں اور جانوروں کی علامتوں کے ذریعے ایک عہد کے حالات واقعات کی عکاسی کی گئی ہے۔ جب وطن عزیز میں آمریت کا راج تھا اور لوگوں کے ساتھ بھیڑ بکریوں جیسا سلوک روا رکھا جاتا تھا۔ احمد جاوید نے اس دور کے جابرانہ اقدامات کو عیاں کرنے کے لیے جانوروں اور پرندوں کی علامتوں کے ذریعے اپنا مافی الضمیر نہایت مہارت سے بیان کیا ہے۔ چڑیا گھر کے ابتدائیہ میں لکھتے ہیں:

"انہوں نے محسوس کیا ہو گا کہ بعض کہانیوں میں "حبس" اور اس موسم کے متعلقات کا ذکر ہے۔ خاص طور پر پرندے، جانور اور ایسے کیڑے مکوڑے جو اس موسم کی پہچان ہوتے ہیں، میری کہانیوں کی ماحول سازی میں اہم کردار ادا کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ پہلے مجموعے کی اشاعت کے بعد پرندوں، جانوروں اور حشرات الارض نے میرے افسانوں کو کہیں کہیں کاملاً بھی گھیرے میں لیا ہے اور عنوانات تک میں در آئے ہیں" (۵)

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ان کے افسانے "چوہے" میں آدمی کی بزدلی، کم ہمتی اور نااہلی کو موضوع بنایا گیا ہے اور اس کے لیے چوہے کی علامت کا سہارا لیا گیا ہے۔ کیونکہ ایک آدمی بھی چوہے کی طرح ہوس کے پنجرے میں قید ہو جاتا ہے۔ عیار طبع طاقت ور لوگ جب ان سے اپنے کام نکلوا لیتے ہیں تو وہ ان کے لیے بیکار ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ انہیں کوڑے کرکٹ کی طرح اٹھا کر باہر پھینک دیتے ہیں اور ان کی جگہ کوئی اور شکار تلاش کر لیتے ہیں۔ احمد جاوید نے اس افسانے میں پھر بھی امید اور امکانات کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ آدمی اگر ہمت اور جرأت سے کام لے تو ظالم کو ظلم سے روک سکتا ہے، لیکن وہ فطرتاً بزدل بھی ہے اور کمزور بھی۔ اس افسانے میں ہمارے معاشرے کے پسے ہوئے طبقات کی نہایت عمدگی سے عکاسی کی گئی ہے۔

> "بلوں میں چھپے ہوئے چوہے کسی کی دلچسپی کا باعث نہیں ہوتے۔ البتہ ان کے سروں پر بلی غراتی رہتی ہے۔ ہلاک کرنے والا پنجرہ پڑا رہتا ہے۔ یا ان کے بلوں میں چوہے مار گولیاں ڈال دی جاتی ہیں یا ہلاکت آفریں چھڑکاؤ کیا جاتا ہے.....وہ اپنی موت آپ مر جاتے ہیں یا مختلف ذریعوں سے مار دیئے جاتے ہیں۔ انہیں غلطیوں سے سیکھنے کا موقع نہیں دیا جاتا.....یا پھر وہ اپنی غلطیوں سے سیکھتے نہیں، تو حیف! دنیا کے نقشے پر چوہوں کے لیے بہت سی دشواریاں ہیں۔" (۶)

احمد جاوید کے افسانوی مجموعے "غیر علامتی کہانی" میں آمریت کے دور کے اثرات نہایت واضح ہیں۔ ان کے بیشتر افسانوں کا تانا بانا اسی عہد کے حبس، جبر اور گھٹن سے بنا گیا ہے۔ یہ وہ وقت تھا جب راولپنڈی اور اسلام آباد میں آمریت کے خلاف چند افسانہ نگاروں نے افسانے لکھ کر اردو ادب کو ایک تازگی اور خوشگوار کیفیت سے دو چار کیا۔ جس کے نہایت دوررس اثرات مرتب ہوئے۔ رشید امجد، خالدہ حسین، احمد داؤد، اعجاز راہی، منشا یاد، مرزا حامد بیگ اور احمد جاوید کا تعلق اسی پوٹھوار کی سرزمین سے ہے۔ یہ اس دور کے سیاسی اور سماجی حالات سے سرکشی کی ایک صحت مند علامت قرار دی جاسکتی ہے۔ منشا یاد اور مظہر الاسلام نے بھی اسی عرصے میں اعلیٰ پائے کے علامتی افسانے تخلیق کیے۔ احمد جاوید کا علامتی نظام ان سب سے منفرد اور دلکش ہے۔ ان کی زیادہ کہانیوں کے پلاٹ سیاسی جبریت اور سماجی استحصال کے خلاف ایک خاموش آواز کہے جاسکتے ہیں۔ یوسف حسن کہتے ہیں:

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

"غیر علامتی کہانی میں پورے ادبی حسن کے ساتھ عہد آمریت کی مادی اور ذہنی جبر سے پیدا ہونے والی خارجی اور داخلی کیفیات کو پیش کرتے ہوئے قومی، سماجی اور انفرادی آزادی کی امنگوں کو تخلیقی انداز میں ابھارا گیا ہے۔" (۷)

ان کے افسانے "پیادے" میں ہمارے معاشرے کے بے بس اور لاچار طبقے کی محرومیاں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس افسانے میں احمد جاوید کا سیاسی شعور نہایت متاثر کرتا ہے۔ اس میں انہوں نے ہندوستان کی ہزار ہا سال کی تاریخ کی روداد بیان کی ہے اور پھر اس کو بڑی عمدگی اور مہارت سے اپنے عہد سے جوڑ دیا ہے۔ اس افسانے میں انہوں نے اس تاریخ کی طرف توجہ دلائی ہے جب بیرونی حملہ آوروں نے اس سرزمین کو فتح کیا، تو انہوں نے سب سے زیادہ اسی غریب اور بے بس طبقے کو غلام بنایا اور اس پر صدیوں تک حکمرانی کی۔ اس مظلوم طبقے کی زندگی ہمیشہ مصیبتوں اور آزمائشوں میں گزری ہے اور یہ وہ نسل ہے جو بس خواب ہی دیکھتی رہی ہے اور اس کی زندگی میں کبھی خوشحالی اور اطمینان کا کوئی دن نہیں آیا۔ "پیادے" میں ایک جگہ احمد جاوید یوں رقم طراز ہیں:

"مجھے کسی سے گلہ نہیں کہ میں درمیان میں پڑتا تھا۔ سو ہر طرف سے روندا گیا، کچلا گیا۔ جانے اس وقت تم کہاں تھے۔ میں نے تمہیں صدا دی تھی، پانی کے لیے پکارا تھا.....اور اس وقت بھی صدا کی تھی جب میں زخموں سے چور ان کے گھوڑوں کے پیچھے بندھا صحرا میں گھسٹتا، مٹی دھول ہوتا، کسی ان دیکھی انجانی منزل کی طرف لے جایا جا رہا تھا۔" (۸)

احمد جاوید کے افسانوں کے مجموعے "گمشدہ شہر کی داستان" کے تقریباً ہر افسانے پر گمشدگی کے گہرے سائے لہراتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ شروع سے لے کر اس کتاب کے آخر تک گمشدگی کا ایک وسیع پس منظر قاری کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ تقسیم کے بعد کی ایک طویل تاریخ کے المناک مناظر قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں۔ ان کا اسلوب بیان ہر مقام پر ایک درد اور ملال کی لکیر کھینچتا ہوا آگے بڑھ جاتا ہے۔ ڈاکٹر شفیق انجم کہتے ہیں:

"احمد جاوید کے ہاں اس کی تکنیک کی وجہ سے کہانی میں کہانی پن کے عناصر بھی پورے طور پر موجود رہتے ہیں اور علامتی پیش کش کی بدولت اس کی معنویت کی دوہری سطح بھی نمایاں ہو جاتی ہے۔" (۹)

ایک افسانے "کھیل تماشا" میں انسانی زندگی کے آغاز سے لے کر آخر تک کے مختلف ادوار کو موضوع کیا گیا ہے۔ اس افسانے کا تھیم یہ ہے کہ بغیر کسی نصب العین کے انسان کی دنیا میں حیثیت ایک کھیل تماشے کی طرح ہے۔ ایک انسان کے لیے لازمی ہے کہ وہ اس زندگی کے اسرار و رموز کو سمجھے اور اس کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کی کوشش کرے۔ کیونکہ جب تک اسے شعور اور آگہی حاصل نہیں ہو گی، لوگ اسے کھیل تماشہ سمجھتے رہیں گے۔

وہ کہتے ہیں کہ آدمی کو جب نعمتیں میسر آتی ہیں تو وہ دوسروں کو کھیل تماشا بنالیتا ہے۔ اور جب وہ کسی بلند مقام تک رسائی حاصل کرلیتا ہے تو لوگ اسے سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں اور جب بوڑھا ہو جاتا ہے تو وہ اپنے ہی گھر میں اجنبی ہو جاتا ہے۔ یہ زندگی بھی کیا ہے ایک کھیل تماشا ہی تو ہے۔ اس کھیل تماشے کی وہ یوں عکاسی کرتے ہیں:

> "جب رات بہت ہو گئی اور شہر اس مکان کے اندر جھانک جھانک کے سو گیا..... چاروں طرف تاریکی چھا گئی۔ آسمان پہ بادلوں نے گھیرا ڈال دیا..... بجلی چمکنے اور گرجنے لگی..... تو وہ چوروں کی طرح اٹھے کہ جنگل میں چھپے تھے..... چہرے نقابوں میں چھپائے اور دبے پاؤں چلتے اس طرف بڑھنے لگے، جہاں انہوں نے دن بھر مکان تعمیر کیا تھا..... گلیاں ویران اور سڑکیں سنسان تھیں..... ہوا کے ساتھ پتوں کا انبوہ رستوں پر واویلا کر رہا تھا۔" (۱۰)

احمد جاوید کو اس بات کا بے حد رنج تھا کہ معاشرے میں خود غرضی، ہوس اور کرپشن میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ معاشرے پر ان لوگوں کا غلبہ ہو گیا ہے جو حرام کھاتے ہیں اور اس حرام کی وجہ سے وہ رحم اور انسانی جذبات سے عاری ہو گئے ہیں۔ ان کے افسانے "گدھ" میں ایسے ہی ظالم اور بے رحم لوگوں کو بے نقاب کیا گیا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ان لوگوں کی نظر میں انسانی زندگی کی کوئی اہمیت نہیں ہے اس لیے ان کا مقابلہ کرنے کے لیے معاشرے کے مظلوموں کو میدان میں آنا چاہیے تاکہ وہ اپنے حقوق حاصل کر سکیں۔ انہوں نے ان ہوس کے پجاریوں کو گدھ کے روپ میں نمایاں کیا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے جابجا گدھ منڈلا رہے ہیں اور لوگوں کو نوچ رہے ہیں۔

> "اوپر آسمان پر گدھوں کا غول سایہ کرنے لگا ہے کہ بو..... بو آتی ہے۔ میں ان کے پروں کی پھڑ پھڑاہٹ سنتا ہوں وہ تعداد میں بہت ہیں..... انہوں نے شہر کا رخ کیوں کیا..... گدھوں کے شور پر مکانوں کی ممٹیوں پر بیٹھے ہوئے کبوتروں کی غٹر غوں بھی

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

سنائی دیتی ہے.....وہ دیواروں سے سوراخوں میں ایک دوسرے کو دھکیلتے غائب ہوتے جاتے ہیں۔" (۱۱)

احمد جاوید کو زبان وبیان پر بڑی قدرت حاصل ہے اس لیے وہ اپنے جذبات واحساسات کا نہایت احسن انداز میں صفحہ قرطاس پر نقشہ اتارتے ہیں۔ ان کی زبان نہایت سلیس، سادہ اور شائستہ ہے۔ وہ چھوٹے چھوٹے جملوں، سادہ الفاظ اور عام فہم انداز میں قاری کی انگلی پکڑ کر اسے بہت دور لے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر نوازش علی کہتے ہیں:

"احمد جاوید اپنے اسلوب کی علیحدہ سے شناخت کروانے میں کامیاب رہا ہے۔ اس کے افسانوں کے موضوعات، اس کی ماحول سازی، ایک مخصوص فضا، بامعنی علامت نگاری، نئے امیجز اور نئی متحرک تصویریں، بعض تکنیکی تجربات، تاثراتی بیانیے اور ان سب کے اندر سے ابھرتا ہوا اس کا اپنا اسلوب اسے اپنے ہم عصر فنکاروں میں ایک بہتر مقام پر مقیم افسانہ نگار کہنے کی سہولت بہم پہنچاتا ہے۔" (۱۲)

"رات کی رانی" احمد جاوید کا وہ افسانوی مجموعہ ہے جس کے تمام افسانے عورت کے گرد گھومتے ہیں۔ جس سے اس مجموعے کی افادیت اور اہمیت سامنے آتی ہے۔ اس مجموعے میں ہمارے معاشرے کی عورت کی مظلومیت اور اس کی محرومیوں کو نہایت مہارت سے اجاگر کیا گیا ہے۔ خصوصاً نوجوان لڑکیوں کے مسائل اور ان کے رشتوں کے حوالے سے بعض افسانوں میں درد اور غم کی شدت نہایت متاثر کرتی ہے۔ ان کے اافسانے "قصہ غم کی ہیروئن" کا آغاز ایک خواب سے ہوتا ہے اور خواب ہی پر اس کا اختتام ہوتا ہے۔ انہوں نے اس افسانے میں دور شباب سے گزرنے والی لڑکیوں کے سہانے خوابوں کو موضوع کیا ہے اور ایک گہرے انسانی مسئلے کی نشان دہی کی ہے۔ احمد جاوید عورتوں کی نفسیاتی الجھنوں اور مسائل کا گہرا ادراک رکھتے تھے۔ ایک خواب زدہ لڑکی کے جذبات کی یہ عکاسی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

"وہ سوتی رہی مگر منظر پھر بھی آنکھوں پہ ساکت تھا.....خواب رخصت نہ ہوا تھا۔ خواب کب رخصت ہوتے ہیں بس چپ چاپ کہیں پتلیوں میں.....دھڑکنوں میں.....یا رگوں میں سرایت خون کے اندر سرسراتے رہتے ہیں.....کتابوں میں پھڑ پھڑاتے ہیں.....عمر گزرتی رہتی ہے.....وقت بدلتا رہتا ہے.....وہ سرگوشیاں کرتے ہیں.....کرتے رہتے ہیں.....کچھ یاد دلاتے ہیں۔" (۱۳)

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

احمد جاوید نے اپنے افسانوں میں استعاروں، تشبیہات اور خوبصورت پیکروں کے امتزاج سے اپنے عہد کی کہانیوں کو نہایت عمدگی سے دور دور تک پھیلا دیا ہے۔ انہیں اپنی ذمہ داری کا احساس بھی ہے اور اس کا گہرا شعور بھی حاصل ہے۔ ان کے ہاں ناامیدی نہیں، امید ہے۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ وطن عزیز کسی بھی وقت تبدیل ہو سکتا ہے اور ایک ایسا معاشرہ معرض وجود میں آسکتا ہے جس کا وہ مسلسل خواب دیکھتے رہے ہیں۔

حوالہ جات

۱ رشید امجد، ڈاکٹر، یافت ودریافت، مقبول اکیڈمی دیال سنگھ مینشن لاہور، ۱۹۸۹ء، ص۔ ۱۷۶

۲ نوازش علی، ڈاکٹر، اردو افسانہ نگاروں کے اسالیب، مشمولہ دریافت، اسلام آباد، جون ۲۰۰۲ء، ص۔ ۲۱۴۔ ۲۱۳

۳ یوسف حسن، ابتدائیہ، غیر علامتی کہانی احمد جاوید پورب اکادمی اسلام آباد، ۲۰۱۴ء، ص۔ ۸

۴ منشایاد، چڑیا گھر، روزنامہ جنگ راولپنڈی، ادبی ایڈیشن ۱۹ اگست ۱۹۹۶ء

۵ احمد جاوید، چڑیا گھر، پورب اکادمی اسلام آباد، ۲۰۱۴ء، ص۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶

۶ ایضاً ص۔ ۱۳۸

۷ یوسف حسن، مشمولہ فنون لاہور، جنوری اپریل ۱۹۹۳ء، ص۔ ۳۱۵

۸ احمد جاوید، غیر علامتی کہانی، پورب اکادمی اسلام آباد، ۲۰۱۴ء، ص۔ ۲۷۹

۹ شفیق انجم، ڈاکٹر، اردو افسانہ، پورب اکادمی اسلام آباد، ۲۰۰۸ء، ص۔ ۲۸۲

۱۰ احمد جاوید، گمشدہ شہر کی داستان، پورب اکادمی اسلام آباد، ۲۰۱۴ء، ص۔ ۳۵۱

۱۱ ایضاً ص۔ ۳۷۶

۱۲ نوازش علی، ڈاکٹر، احمد جاوید کی افسانہ نگاری، تخلیقی ادب اسلام آباد، ۲۰۱۴ء، ص۔ ۴۱۳

۱۳ احمد جاوید، رات کی رانی، پورب اکادمی اسلام آباد، ۲۰۱۴ء، ص۔ ۱۰۱